فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۳۷)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

(سوال): کیا شوہر دیدہ عورت کے لیے بھی ولی کی اجازت شرط ہے؟

(جواب): عورت کنواری ہو یا شوہر دیدہ، بالغ ہو یا نابالغ، ہر صورت نکاح کے لیے ولی کی اجازت ورضامندی شرط ہے۔ جو نکاح ولی کی رضامندی کے بغیر کیا جائے، وہ منعقد نہیں ہوتا، بلکہ باطل ہے۔

❀ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میری طرف میری ایک بہن سے نکاح کے لیے پیغام آئے، میرا ایک چچازاد بھی آیا، میں نے اس سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا، پھر اس نے اسے رجعی طلاق دے دی، پھر اس کو چھوڑ دیا حتی کہ اس کی عدت پوری ہو گئی، جب میری طرف (دوسرے لوگوں کی طرف سے) نکاح کے پیغام آنے لگے، تو وہ بھی نکاح کا پیغام لے کر آ گیا، میں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں کبھی اپنی بہن کا نکاح تجھ سے نہیں کروں گا۔ میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ......﴾ پھر میں نے اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا اور اسی سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا۔''

(صحيح البخاري: ٥١٣٠، سنن أبي داوٗد: ٢٠٨٧، واللّفظ لهٗ، سنن التّرمذي: ٢٩٨١)

❁ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں، کیونکہ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن ثیبہ (طلاق یافتہ) تھی، اگر معاملہ نکاح اسی کے ہاتھ میں ہوتا، تو وہ خود اپنا نکاح کر لیتی اور اپنے ولی معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی محتاج نہ ہوتی، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ولیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ أَنْ يَّنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ﴾ (ان کو اپنے سابقہ خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو)، لہٰذا اس آیت سے معلوم ہوا کہ معاملہ نکاح ولیوں کے ہاتھ میں ہے، ہاں عورتوں کی رضامندی بھی ضروری ہے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : ۲۹۸۱)

❁ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۳۱۱ھ) فرماتے ہیں:

فِي هٰذَا الْحَدِيثِ دَلَالَةٌ وَاضِحَةٌ عَلٰى أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَعَلَ عَقْدَ النِّكَاحِ إِلَى الْأَوْلِيَاءِ دُونَهُنَّ، وَإِنَّهٗ لَيْسَ إِلَى النِّسَاءِ، وَإِنْ كُنَّ ثَيِّبَاتٍ مِنَ الْعَقْدِ شَيْءٌ.

''اس حدیث میں واضح دلیل موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقد نکاح کا اختیار اولیا کو سونپا ہے، نہ کہ خود عورتوں کو، نیز دلیل ہے کہ نکاح کا کچھ بھی اختیار خواتین، خواہ وہ شوہر دیدہ ہی ہوں، کو حاصل نہیں ہے۔''

(المستدرك للحاكم، تحت الحديث : ۲۷۱۹)

❁ علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ نکاح میں ولی کا ہونا شرط ہے، اگر یہ شرط نہ ہوتی تو مرد

کی عورت میں اور عورت کی مرد میں دلچسپی کافی ہو جاتی، اسی حدیث کے ذریعے اس قیاس کا بھی رد ہو جاتا ہے جس قیاس کے ذریعے امام ابوحنیفہ نے ولی کی اجازت کی شرط کے نہ ہونے پر حجت لی ہے، انہوں نے نکاح کو بیع (خرید و فروخت) پر قیاس کیا ہے، اس طرح کہ اس معاملے میں عورت اس معاملہ میں خود مختار ہے، ولی کی ضرورت نہیں اور یہی معاملہ نکاح کا ہے، انہوں نے ولی کی اجازت نکاح کے لیے شرط ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث کو چھوٹی بچی پر محمول کیا ہے اور اس قیاس کے ذریعے ان احادیث کے عموم کو خاص کیا ہے، لیکن یہ قیاس فاسد ہے۔ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مقابلہ میں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔'' (نیل الأوطار: ١٩٧/٤)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (٨٥٢ھ) لکھتے ہیں:

''نکاح میں ولی کی اجازت کی شرط ہونے میں علماء نے اختلاف کیا ہے، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ولی کی اجازت نکاح کے لیے شرط ہے، ان کا کہنا ہے کہ عورت قطعاً اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی، انہوں نے مذکورہ احادیث کو دلیل بنایا ہے، ان میں سے قوی ترین دلیل وہ سببِ نزول ہے جو اس آیتِ کریمہ کے بارے میں مذکور ہے اور یہ ولی کی اجازت شرط ہونے پر صریح ترین دلیل ہے، ورنہ ان (سیدنا معقل رضی اللہ عنہ) کے روکنے کے کوئی معنیٰ نہیں، نیز یہ کہ اگر وہ عورت خود نکاح کر سکتی ہوتی تو اپنے بھائی کی محتاج نہ ہوتی اور جو اپنے معاملے میں خود مختار ہو، اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کسی نے اس کو اس کام سے روک دیا ہے، امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس بارے میں کسی

صحابی کا اختلاف ان کے علم میں نہیں۔''

(فتح الباري : ۱۸۷/۹)

سوال: کیا ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہے؟

جواب: ایمان کی کمی بیشی پر قرآن، حدیث کی نصوص اور سلف صالحین کے آثار میں واضح دلائل موجود ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ اہل ایمان کے درجات مختلف ہیں، بعض نیکیوں میں سبقت لے جانے والے، بعض میانہ رو اور بعض گناہ گار ہوتے ہیں۔

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَّمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللّٰهِ﴾

(فاطر : ۳۲)

''پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا، جو ہمارے بندوں میں سے منتخب شدہ تھے، بعض ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے، بعض درمیانے درجے کے اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں میں سبقت لیجانے والے تھے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے مراتب میں تفاوت کی وضاحت فرمائی ہے۔

اب ایمان میں کمی وبیشی کے دلائل ملاحظہ فرمائیں:

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ﴾(آل عمران : ۱۷۳)

''(ایمان داروں کی حالت یہ ہے کہ) جب لوگ ان کو کہتے ہیں کہ سب لوگ ان کے خلاف جمع ہو چکے ہیں، لہٰذا ان سے ڈر جاؤ، اس بات نے ان کا ایمان بڑھا دیا اور انہوں نے کہا، ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔''

❁ نیز فرمایا:

﴿وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾(التّوبة : ١٢٤)

''جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے، تو ان (کفار) میں سے بعض کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کے ایمان کو اس سورت نے بڑھایا ہے، سو جو لوگ مومن ہیں، اس نے ان کے ایمان کو تو بڑھا دیا ہے اور وہ خوش ہیں۔''

❁ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْآيَةُ مِنْ أَكْبَرِ الدَّلَائِلِ عَلٰى أَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ وَيَنْقُصُ، كَمَا هُوَ مَذْهَبُ أَكْثَرِ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ مِنْ أَئِمَّةِ الْعُلَمَاءِ، بَلْ قَدْ حَكَى الْإِجْمَاعَ عَلٰى ذٰلِكَ غَيْرُ وَاحِدٍ.

''یہ آیت کریمہ ایمان کی کمی وبیشی پر سب سے بڑی دلیل ہے، سلف وخلف ائمہ دین کا یہی مذہب ہے، بلکہ بعض نے تو اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے۔''

(تفسير ابن كثير : ١٧٥/٤)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''زانی زنا کرتے وقت مومن نہیں ہوتا، نیز شرابی شراب پیتے وقت، چور چوری کرتے وقت اور ڈاکو ڈاکہ ڈالتے وقت مومن نہیں ہوتا، جب لوگ اس کی

طرف نظر اٹھا کر دیکھ رہے ہوتے ہیں۔‘‘

(صحيح البخاري : ٢٤٧٥، صحيح مسلم : ٥٧)

❁ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں جو کے برابر خیر (ایمان) ہوا، وہ آگ سے نکل جائے گا، جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر خیر (ایمان) ہوا، وہ جہنم سے نکل جائے گا اور جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور اس کے دل میں ذرہ برابر بھی خیر (ایمان) ہوا، وہ جہنم سے نکل جائے گا۔‘‘

(صحيح البخاري : ٤٤، صحيح مسلم : ١٩٣)

صحیح بخاری میں ’’من خیر‘‘ کی جگہ ’’من ایمان‘‘ کے الفاظ ہیں۔

اس بارے میں اور بھی بہت سی آیات واحادیث موجود ہیں، نیز اس پر سلف وخلف کا اجماع بھی ہے۔

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

اِتَّفَقَتِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ الْأَعْمَالَ مِنَ الْإِيمَانِ وَقَالُوا : إِنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ، وَعَمَلٌ، وَعَقِيدَةٌ، يَزِيدُ بِالطَّاعَةِ، وَيَنْقُصُ بِالْمَعْصِيَةِ عَلٰى مَا نَطَقَ بِهِ الْقُرْآنُ فِي الزِّيَادَةِ، وَجَاءَ فِي الْحَدِيثِ .

’’صحابہ کرام، تابعین عظام اور ان کے بعد والے سنی علماء کا اسی بات پر اجماع ہے کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں۔ نیز ان کا کہنا ہے کہ ایمان قول، عمل اور

عقیدے کا نام ہے، یہ اطاعت سے زیادہ ہوتا ہے اور معصیت سے کم ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن وحدیث نے اس کی زیادت کو بیان کیا ہے۔''

(شرح السّنة : ۳۸/۱_۳۹)

✿ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثَبَتَ لَفْظُ الزِّيَادَةِ وَالنُّقْصَانِ مِنْهُ عَنِ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يُعْرَفْ فِيهِ مُخَالِفٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ .

''ایمان میں کمی بیشی کے الفاظ صحابہ کرام سے ثابت ہیں، کسی صحابی کی اس مسئلہ میں ان کی مخالفت ثابت نہیں۔''

(مَجموع الفتاوٰی : ۶۷۲/۷)

سوال: کیا اعمال، ایمان میں داخل ہیں؟

جواب: سلف صالحین اور ان کے مخالف مرجی فرقہ میں ایمان کے مسائل میں سب سے زیادہ اختلاف اسی مسئلہ میں تھا کہ عمل ایمان میں داخل ہیں یا نہیں؟ سلف صالحین، صحابہ وتابعین کا مذہب یہ تھا کہ ایمان قول وعمل کا نام ہے، وہ اس سے مراد دل کا قول وعمل، زبان کا قول اور اعضا کا عمل لیتے تھے، اس بارے میں ان کا اجماع ہے۔

مرجئہ کا کہنا ہے کہ ایمان صرف دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کا نام ہے، اعمال اس میں داخل نہیں، بلکہ اس کے ثمرات ہیں، اپنے اسی موقف کی وجہ سے وہ ایمان میں کمی وبیشی اور استثنا کے منکر ہوئے۔

جوں ہی یہ بدعت امت میں ظاہر ہوئی، سلف صالحین اور اہل ارجا کے مابین اختلاف ونزاع کا سلسلہ چل نکلا۔

سلف صالحین نے مرجئہ کے قول کو باطل ثابت کیا اور ان کو بدعتی و گمراہ قرار دے کر امت کو ان کے اس شنیع مذہب سے دور کیا۔

۞ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

''سلف صالحین نے ان لوگوں پر سخت نکیر کی ہے، جنھوں نے ایمان سے اعمال کو خارج کیا، جن اہل علم نے اس کا رد کیا، ان میں سے سعید بن جبیر، میمون بن مہران، قتادہ بن دعامہ، ایوب سختیانی، ابراہیم نخعی، محمد بن مسلم زہری، یحییٰ بن ابی کثیر وغیرہم رحمہم اللہ ہیں۔ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بدعی عقیدہ ہے، ہم نے لوگوں (صحابہ و تابعین) کو اس کے خلاف پایا ہے اور امام اوزاعی رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اسلاف (صحابہ کرام) ایمان اور عمل میں فرق نہیں کرتے تھے۔''

(جامع العُلوم والحِكَم، ص ٢٣-٢٤)

اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ مرجئہ کے نزدیک ایمان ایک ہی چیز ہے، اس کے اجزا نہیں، جبکہ سلف صالحین کے نزدیک ایمان قول و عمل سے مرکب ہے۔

۞ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) سلف کا مذہب نقل کرتے ہیں:

''ایمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی معرفت، دل سے ان کی تصدیق، زبان سے اقرار، محبت و انکساری سے اطاعت، ظاہری و باطنی طور پر عمل، ان کے نفاذ اور حسب استطاعت ان کی طرف دعوت سے مرکب ہے، نیز ایمان کا کمال اللہ تعالیٰ کے لیے محبت اور اسی کے لیے نفرت میں ہے۔''

(الفوائد، ص ١٩٦)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) مرجئہ کا مذہب نقل کرتے ہیں:

''مرجئہ اور جہمیہ کہتے ہیں کہ ایمان ایک ہی چیز ہے، اس کے اجزا نہیں، جہمیہ کے نزدیک ایمان صرف تصدیق قلبی ہے اور مرجئہ کے نزدیک دلی اور زبانی تصدیق ہے۔...... ان کا اصل اعتراض یہی ہے کہ مرکب چیز ایک جز کے ختم ہونے سے زائل ہو جاتی ہے، جیسے دس کا عدد ایک مرکب حقیقت ہے، اگر ایک بھی ختم ہو جائے، تو دس باقی نہیں رہتے، اسی طرح دوسرے مرکب اجسام ہیں۔''

(مَجموع الفتاویٰ : ۷/۵۱۰۔۵۱۱)

اس سلسلہ میں ان کی سب سے بڑی دلیل لغت ہے، ان کا کہنا ہے کہ لغت میں ایمان صرف تصدیق کا معنی دیتا ہے۔

۞ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس بارے مرجئہ کے ہاں سب سے بڑی دلیل لغت ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ لغت میں ایمان صرف تصدیق پر بولا جاتا ہے اور بعض کا خیال ہے کہ تصدیق صرف دل سے ہوتی ہے، جبکہ بعض کہتے ہیں کہ صرف دل اور زبان سے ہوتی ہے، حالانکہ ہم نے عرب کی لغت میں دیکھا ہے کہ ہر وہ عمل جس سے دل اور زبان کا عمل ثابت ہو، اسے تصدیق کہا گیا ہے۔''

(تعظیم قدر الصّلاۃ : ۲/۷۱٦)

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''اس اصول میں مرجئہ کتاب و سنت اور اقوال صحابہ و تابعین سے ہٹ گئے ہیں، انہوں نے اپنی عقل اور لغت پر اعتماد کیا ہے، یہ اہل بدعت کا طریقہ ہے۔

......یہی وجہ ہے کہ ہم معتزلہ، مرجئہ، روافض اور دیگر اہل بدعت کو دیکھتے ہیں، وہ قرآن کی تفسیر اپنی رائے، عقل اور لغت سے کرتے ہیں، اسی لیے آپ انہیں احادیث نبوی اور صحابہ، تابعین واسلاف کے آثار پر اعتماد کرتا نہیں دیکھیں گے، نہ یہ احادیث کی پرواہ کرتے ہیں، نہ اجماع سلف کی، وہ تو اپنی عقل اور لغت پر انحصار کرتے ہیں، آپ کبھی نہیں پائیں گے کہ وہ تفسیر بالماثور کی کتابوں، احادیث اور آثار سلف پر اعتماد کرتے ہوں، بلکہ وہ تو ادب کی کتب اور اپنے بڑوں کے وضع کردہ علم کلام کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہیں۔''

(الإيمان، ص ١١٤)

❁ حافظ بغوی رحمہ اللہ (۵۱۶ھ) لکھتے ہیں:

اِتَّفَقَتِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ الْأَعْمَالَ مِنَ الْإِيمَانِ، قَالُوا : إِنَّ الْإِيمَانَ قَوْلٌ، وَعَمَلٌ، وَعَقِيدَةٌ.

''صحابہ، تابعین اور بعد کے محدثین اس پر متفق ہیں کہ اعمال ایمان میں شامل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ایمان قول، عمل اور عقیدے (تصدیق) کا نام ہے۔''

(شرح السّنة : ٣٨/١)

❁ امام ابوبکر آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

''اے قرآن وحدیث کے علماء اور دین کے فقہاء! اللہ تم پر اور ہم پر رحم کرے! جان لیں کہ اگر تم قرآن پر حکم الٰہی کے مطابق غور وفکر کرو گے، تو جان لو گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے رسول پر ایمان لانے کے بعد مومنوں پر عمل کو لازم

قرار دیا ہے، نیز ان کو رضامندی کا سٹیفکیٹ اور جنت کے حصول اور آگ سے
نجات کی صورت میں بدلہ ایمان اور عمل صالح دونوں کی موجودگی میں دیا ہے،
یعنی اللہ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح کو ملایا ہے، صرف ایمان کے ساتھ
جنت میں داخل نہیں کیا، حتی کہ اپنی توفیق کے مطابق نیک عمل بھی اس کے
ساتھ ملا دیا، لہٰذا کسی کا ایمان مکمل ہی تب ہوگا جب وہ دل سے تصدیق، زبان
سے اقرار اور اعضاء سے عمل کرے گا، قرآن پر غور وفکر اور اس کی ورق گردانی
کرنے والے اس بات کو خوب جانتے ہیں۔
اللہ تم پر اور ہم پر رحمت کرے! جان لو کہ میں نے قرآن کی ورق گردانی کی ہے،
تقریبا پچاس ایسے مقامات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ وہ صرف
ایمان کی وجہ سے جنت میں داخل نہیں کرے گا، بلکہ اس کی رحمت اور اس کی
توفیق کے مطابق نیک اعمال بھی ایمان کے ساتھ شامل ہوں گے۔
یہ ان لوگوں کا رد ہے جو صرف معرفت کو ایمان کہتے ہیں، نیز ان لوگوں کا بھی جو
صرف دل کی معرفت اور زبان کے اقرار کو ایمان کہتے ہیں، اگر چہ عمل نہ بھی
کرے! ہم ایسے کہنے والے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔''

(الشریعة : ٦١٨/٢_٦١٩)

سوال: اشارے سے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر کوئی شخص مجبوری کی وجہ سے لیٹ کر بھی نماز نہیں پڑھ سکتا، تو وہ اشارہ
سے نماز پڑھے گا، اس کے لیے کسی صورت نماز ترک کرنا جائز نہیں۔

سوال: برہنہ حالت میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): جو کسی ایسی مجبوری میں پھنس جائے کہ اس کے پاس تن ڈھانپنے کے لیے کوئی کپڑا موجود نہ ہو، تو وہ برہنہ حالت میں ہی نماز پڑھے گا، البتہ اگر کپڑا تو ہے، مگر ناپاک ہے، تو وہ ناپاک کپڑے میں نماز پڑھے گا، اس صورت میں برہنہ نماز پڑھنا جائز نہیں۔

(سوال): کیا باز حلال ہے؟

(جواب): باز حرام ہے، کیونکہ وہ پنجے سے شکار کرنے والا پرندہ ہے۔

❀ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَعَنْ كُلِّ ذِي مِخْلَبٍ مِّنَ الطَّيْرِ .

''نبی کریم ﷺ نے ہر کچلی (نوکیلے دانت) والے درندے اور ہر پنجے (سے شکار کرنے) والے پرندے سے منع کیا ہے۔''

(صحيح مسلم : 1934)

(سوال): باغی کسے کہتے ہیں؟

(جواب): باغی دو طرح کا ہوتا ہے۔

① امام حق کے خلاف خروج کرنے والا اور اس کی خلافت کا منکر۔

② اجتہادی خطا کی بنا پر امام حق کے خلاف کسی مسئلہ میں لڑنے والا۔ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، وہ لعنت کا مستحق ہو گا، نہ ظالم یا فاسق، بلکہ مؤول ماجور ہے۔ تبھی تو سیدنا حسن نے سیدنا معاویہ سے صلح کر لی تھی، اگر حقیقی باغی ہوتے، تو ان سے صلح کا کیا مطلب تھا، ان سے تو لڑنا ہوتا ہے۔

❀ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيءَ إِلٰى أَمْرِ اللّٰهِ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾(الحجرات : ۹)

''مومنوں کے دو گروہ باہم جھگڑ پڑیں، تو ان کی صلح کرا دیں، ایک گروہ دوسرے پر بغاوت کرے، تو باغی سے لڑائی کریں، تا آں کہ اللہ کے فیصلہ کی طرف مائل ہو جائے۔ جب مائل ہو جائے، تو عدل کے ساتھ ان کی صلح کرا دیں اور انصاف کریں، کیوں کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔''

قرآن نے بغاوت کے باوجود دونوں گروہوں کو مومن کہا ہے۔

سوال: باطنیہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: باطنیہ خوارج کا ایک گروہ ہے، اس کے انتہائی خطرناک عقائد ہیں، کئی ضروریات دین کے منکر ہیں، ان کے کافر، بے دین اور زندیق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

❁ علامہ عبدالقاہر بغدادی، اسفرائینی رحمہ اللہ (۴۲۹ھ) فرماتے ہیں:

لَيْسَتِ الْبَاطِنِيَّةُ مِنْ فِرَقِ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ بَلْ هِيَ مِنْ فِرَقِ الْمَجُوسِ .

''باطنیہ مسلمانوں کا فرقہ نہیں ہے، بلکہ یہ مجوسیوں سے نکلا ہوا فرقہ ہے۔''

(الفَرق بين الفِرَق، ص 16)

سوال: اگر شادی شدہ مرد کسی کنواری لڑکی سے شادی کرے، تو اس کے پاس کتنا قیام کرے گا؟

جواب: اگر کسی شخص نے ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری کنواری لڑکی سے

شادی کی، تو وہ نئی دلہن کے پاس ایک ہفتہ شب گزاری کرے گا اور اگر ثیبہ (شوہر دیدہ) سے شادی کی ہے، تو تین راتیں گزارے گا۔ یہ مستحب و مسنون ہے۔

❁ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

السُّنَّةُ إِذَا تَزَوَّجَ الْبِكْرَ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَّإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا .

''سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص کنواری لڑکی سے شادی کرے، تو اس کے پاس سات راتیں قیام کرے اور جب کوئی ثیبہ (شوہر دیدہ) سے شادی کرے، تو تین راتیں قیام کرے۔''

(صحيح البخاري : 5214، صحيح مسلم :1461)

سوال: کنوارے زانی کی سزا کیا ہے؟

جواب: کنوارے زانی کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا زید بن خالد اور سیدنا شبل رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں:

''ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک آدمی آ کر کہنے لگا: میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجیے، اس کا مد مقابل جو اس سے زیادہ سمجھدار تھا، وہ بھی کھڑا ہو کر کہنے لگا: ٹھیک ہے، آپ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کیجیے اور مجھے (بات کی) اجازت دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہیے، اس نے کہا: میرا بیٹا ان کے ہاں ملازم تھا، وہ ان کی بیوی کے ساتھ زنا کا مرتکب ہو گیا، مجھے خبر دی گئی کہ میرے بیٹے پر رجم کی سزا ہے، تو میں نے اس کے فدیے میں ایک سو

بکریاں اور ایک غلام دیا ہے، اس کے بعد میں نے علما سے پوچھا، تو انہوں نے مجھے بتایا کہ میرے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اس کی عورت پر رجم کی سزا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ کروں گا، سو بکریاں اور خادم واپس ہوں گے اور آپ کے بیٹے کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، انیس! آپ اس آدمی کی بیوی کے پاس جائیں، اگر وہ اعتراف کر لے، تو اسے سنگسار کر دیں۔''

(صحيح البخاري: 6827، صحيح مسلم: 1697، المنتقى لابن الجارود: 811)

(سوال): طوطے کا کیا حکم ہے؟

(جواب): طوطا حلال ہے، اس کی حرمت پر کوئی دلیل نہیں، یہ پنجے سے شکار کرنے والے پرندوں میں سے نہیں، اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہے۔

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے طوطے وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''ان کی خرید و فروخت بلا اختلاف جائز ہے۔''

(المَجموع شرح المُهذّب: 240/9)

(سوال): بحیرہ کسے کہتے ہیں؟

(جواب): زمانہ جاہلیت میں مشرکین اپنے بعض جانوروں کو بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے، ان کی تعظیم کرتے تھے۔ انہی جانوروں میں سے ایک کو ''بحیرہ'' کہتے تھے۔ اسلام نے ان تمام جانوروں کو حرام قرار دیا اور ان جانوروں کو غیر اللہ کے نام پر چھوڑنا بھی ناجائز قرار دیا۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَّلَا سَائِبَةٍ وَّلَا وَصِيلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

(المائدة : 103)

''اللہ تعالیٰ نے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام مقرر نہیں کیے، بلکہ کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔''

(سوال): کیا سمندر کا پانی پاک ہے؟

(جواب): سمندر کا پانی پاک ہے، اس سے وضو اور غسل کیا جا سکتا ہے۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَأَلَ رَجُلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا نَرْكَبُ الْبَحْرَ فَنَحْمِلُ الْقَلِيلَ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ تَوَضَّأْنَا بِهٖ عَطِشْنَا أَفَنَتَوَضَّأُ بِمَاءِ الْبَحْرِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ الْحَلَالُ مَيْتَتُهٗ» .

''ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ کے رسول! ہم سمندری سفر کرتے وقت اپنے ساتھ تھوڑا سا پانی لے جاتے ہیں، اگر اس سے وضو کریں، تو پیاسے رہ جاتے ہیں۔ کیا ہم سمندری پانی سے وضو کر لیا کریں؟ فرمایا: اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 361/2، موطأ الإمام مالك : 22/1، سنن أبي داوٗد : 83، سنن النّسائي : 59، سنن التّرمذي : 69، سنن ابن ماجه : 386-3246، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۴۳) امام

ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۱۱۱)، امام ابن حبان رحمہ اللہ (۱۲۴۳)، حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ (التلخیص الحبیر لابن حجر: ۱/۱۰) حافظ بغوی رحمہ اللہ (شرح السنہ: ۵۶/۲، ح: ۲۸۱) اور حافظ نووی رحمہ اللہ (المجموع: ۸۲/۱) نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ابن منذر رحمہ اللہ (الاوسط: ۲۴۷/۱) نے ''ثابت'' کہا ہے۔

❁ علامہ جوزقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ مُتَّصِلٌ ثَابِتٌ . ''اس کی سند متصل، ثابت ہے۔''

(الأباطيل والمَناكير :346/1)

❁ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا الْحَدِيثُ صَحِيحٌ جَلِيلٌ . ''یہ حدیث صحیح اور جلیل القدر ہے۔''

(البدر المُنير :348/1)

(سوال): بدعت کیا ہے؟

(جواب): اہل علم نے بدعت کی مختلف تعبیرات بیان کی ہیں، ملاحظہ ہو؛

❁ علامہ عینی حنفی (م: ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

''دین میں بدعت ہر اس نئے کام کو کہتے ہیں، جس کی اصل کتاب وسنت میں نہ ہو، دوسری تعریف یہ ہے کہ ایسا عمل، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہ پایا گیا ہو۔'' (عمدة القاري: ۳۷/۲۵)

❁ علامہ شاطبی (م: ۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

طَرِيقَةٌ فِي الدِّينِ مُخْتَرَعَةٌ تُضَاهِي الشَّرِيعَةَ يُقْصَدُ بِالسُّلُوكِ عَلَيْهَا الْمُبَالَغَةُ فِي التَّعَبُّدِ لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ .

''شریعت کی مشابہت میں نکالا گیا وہ طریقہ، جس کا مقصود عبادت میں مبالغہ ہو، بدعت کہلاتا ہے۔''(الاعتصام: ۳۰/۱)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م:۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''بدعت وہ دین ہے، جس کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم نہیں دیا اور جس کا حکم شریعت میں نہ ہو اس پر عمل کرنے والا بدعتی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی معنی ہے:﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنْ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ﴾(الشوری:۲۱)''کیا انہوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں؟ جنہوں نے ان چیزوں کو دین بنا دیا ہے، جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔''

(الاستقامة: ۵/۱)

❁ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ (م:۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:

''بدعت سے مراد وہ چیز ہے، جس کی شریعت میں کوئی اصل و دلیل نہ ہو، ہاں! جس کی شریعت میں اصل و دلیل موجود ہو، شرعی بدعت نہیں، اگرچہ لغوی اعتبار سے بدعت ہو۔''(جامع العلوم والحِكَم: ۱۹۳)

❁ نیز لکھتے ہیں:

''جس عمل کو اللہ نے اپنے قرب کا ذریعہ نہ بنایا ہو، اس کے ذریعے قرب تلاش کرنے کا عمل باطل و مردود ہے۔ جیسے مشرکین مکہ بیت اللہ میں سیٹیاں اور تالیاں بجا کر عبادت کرتے تھے۔ بدعی اعمال کے ذریعہ حصول تقرب کی مثال وہی ہے، جیسے کوئی آلات موسیقی، رقص اور احرام کے سوا سر ننگا رکھ کر اللہ کا تقرب چاہے، یا دیگر بدعات کو اللہ کے تقرب کا ذریعہ مان کر ان پہ عمل پیرا

ہو۔ایک عمل اگر کسی ایک عبادت میں بہ طور نیکی کیا جاتا ہے،تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوسری عبادات میں اس کا شمول بھی نیکی بن جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دھوپ پہ کھڑے دیکھ کر اس کی وجہ دریافت کی، اس نے بتایا کہ میں نے نذر مان رکھی ہے کہ میں بیٹھوں گا نہیں بلکہ کھڑا رہوں گا، اسی طرح سائے میں بھی نہیں آوں گا۔اسی حالت میں روزہ رکھوں گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ جائیں اور سائے میں آجائیں، البتہ روزہ مکمل کریں۔آپ ﷺ نے اس آدمی کے دھوپ میں کھڑے رہنے کو نیکی نہیں بتایا کہ جس کی نذر پوری کی جائے۔روایات میں آتا ہے کہ اس آدمی نے یہ نذر جمعہ والے دن نبی کریم ﷺ کا خطبہ سنتے وقت مانی تھی، آپ ﷺ منبر پر تھے،اس نے نذر مانی کہ جب تک رسول اللہ ﷺ خطبہ دیتے رہیں گے، میں تعظیماً آپ کے خطبہ کو سننے کے لیے کھڑا رہوں گا اور سائے میں نہیں آؤں گا، لیکن نبی کریم ﷺ نے اسے نیکی نہیں سمجھا کہ جس کی نذر پوری کرنا ضروری ہے۔حالانکہ نماز، اذان اور وقوف عرفہ کے دوران دعا سمیت کئی مقامات پر کھڑے ہونا اور محرم کے لیے سورج کے روبرو ہونا عبادت ہے۔یہ اس بات پر دلیل ہے کہ جو کام کسی ایک عبادت میں مشروع ہو، وہ دوسری عبادت میں ممنوع بھی ہو سکتا ہے، سو شریعت کے اتباع کی ضرورت ہے، جس سے کسی کام کی مشروعیت عدم مشروعیت کا معلوم ہو سکے۔''

(جامع العلوم والحِکَم: ۱/۱۷۸)

❁ علامہ احمد بن محمد بن حسن شمنی حنفی رحمہ اللہ (۸۷۲ھ) لکھتے ہیں:

''علم، عمل یا کوئی ایسی حالت، جسے شبہ کی بنا پر رسول اللہ ﷺ سے منقول حق کے مقابلہ میں گھڑ لیا گیا ہو اور اسے بدعت حسنہ کا نام دے کر دین قویم اور صراط مستقیم قرار دیا گیا ہو بدعت ہے۔''

(رد المحتار على الدّر المختار المعرورف به فتاوٰى شامي : ٥٦٠/١، حاشية الطّحطاوي على مراقي الفلاح، ص ٣٠٣، درر الحكام شرح غرر الأحكام لملا خسرو : ٨٥/١)

❁ علامہ شریف جرجانی (م: ٨١٦ھ) لکھتے ہیں:

الْبِدْعَةُ : هِيَ الْأَمْرُ الْمُحْدَثُ الَّذِي لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ، وَلَمْ يَكُنْ مِّمَّا اقْتَضَاهُ الدَّلِيلُ الشَّرْعِيُّ .

''بدعت وہ نیا کام ہے، جس پر صحابہ و تابعین کا عمل نہ ہو اور نہ ہی دلیل شرعی اس کی متقاضی ہو۔'' (كتاب التّعريفات، ص ٤٣)

سوال: کیا شہد کی شراب حلال ہے؟

جواب: خمر (شراب) جس چیز سے بھی بنائی جائے، ناجائز اور حرام ہے، البتہ شہد سے بنایا گیا نبیذ حلال ہے۔

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ شَرَابٍ أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ .

''ہر نشہ آور مشروب حرام ہے۔''

(صحيح البخاري : 5585، صحيح مسلم :2001)